

## مختصر مضمون

اردو میں مختصر مضمون نگاری کا آغاز سر سید سے ہوتا ہے۔ انہوں نے اس صنف کو سماجی اصلاح کے ایک وسیلے کے طور پر استعمال کیا۔ اس کے بعد مضمون نگاری بھی ایک صنف کی حیثیت سے رانج ہو گئی۔ سماجی موضوعات کے علاوہ علمی، ادبی، فلسفیانہ اور دیگر موضوعات پر بھی مضامین لکھے جاسکتے ہیں۔ حاجی، شبلی، محمد حسین آزاد، نذیر احمد، میرناصر علی، نیاز خپوری، رشید احمد صدیقی، مرزا فرحت اللہ بیگ، محفوظ علی بدایونی، ابوالکلام آزاد، خواجہ غلام السید یعنی وغیرہ اردو کے اہم مضمون نگاروں میں شمار ہوتے ہیں۔

مختصر مضمون کی ایک شکل انسائیکلوپیڈیا ہے۔ انسائیکلوپیڈیا اور مضمون میں کوئی خاص فرق نہیں۔ لیکن عام طور پر انسائیکلوپیڈیا میں مزاج اور طنز یا خوش مزاجی کارنگ ہوتا ہے اور انسائیکلوپیڈیا نگار اکثر با تین اپنے حوالے سے، یا اکثر اپنے ہی بارے میں، بیان کرتا ہے۔

# عبدالحکیم شریر

(۱۸۶۰ء - ۱۹۲۶ء)



عبدالحکیم نام اور شریر تخلص تھا۔ وہ لکھنؤ میں پیدا ہوئے اور ان کی ابتدائی تعلیم لکھنؤ میں ہوئی۔ بعد میں ان کے والد حکیم تفضل حسین نے ان کو کلکتہ میاہر ج بلایا۔ یہاں حکیم صاحب، واحد علی شاہ کی ملازمت میں تھے۔ اہل علم کا بھی اچھا مجع تھا، شریر کی علمی نشوونما یہیں ہوئی۔ انھوں نے اردو، فارسی، انگریزی اور عربی میں مہارت حاصل کر لی۔ 1870ء میں شریر کو پھر لکھنؤ واپس آنا پڑا۔ لکھنؤ آ کر شریر نے اپنا علمی مشغله برابر جاری رکھا، مختلف اہل کمال سے فیض حاصل کرتے رہے۔ 1879ء میں وہ مزید تعلیم کے لیے دہلی گئے۔ دہلی پہنچ کر شریر نے نہ صرف تعلیم حاصل کی بلکہ تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی شروع کر دیا۔

دہلی سے لکھنؤ واپس آنے کے بعد 1881ء میں انھوں نے 'اوڈھ اخبار' کی ملازمت کر لی جس میں برابر مضمایم لکھتے رہے۔ 1887ء میں شریر نے اپنا سالہ 'دل گداز' جاری کیا۔ کچھ دنوں کے بعد اس رسائلے میں ان کے ناول 'ملک العزیز ورجنا'، 'حسن انجلینا'، 'منصور موہنا'، 'قط وار شائع ہونے لگے۔ کچھ مدت بعد مالی تنگیوں کی وجہ سے ان کو حیدر آباد جانا پڑا۔ یہاں رہ کر انھوں نے تاریخ سندھ لکھنی شروع کی۔ نواب وقار الامر نے ان کی قدردانی کی اور اپنے بیٹے کے ساتھ 1893ء میں انگلستان بھیج دیا جہاں تین سال تک قیام رہا اور انھوں نے فرانسیسی زبان بھی سیکھ لی۔ واپس آ کر حیدر آباد سے 'دل گداز' جاری کیا۔ 1909ء میں وہ لکھنؤ واپس آگئے اور انھوں نے یہیں وفات پائی۔

عبدالجلیم شریز نے اردو میں تاریخی ناول کی ابتدائی۔ اس کے علاوہ انھوں نے ڈرامے بھی لکھے جن میں ایک منظوم ڈراما بھی تھا۔ ”گذشتہ لکھنؤ“، نامی کتاب میں انھوں نے نوابی لکھنؤ کے آخری زمانے کی تہذیب کا بہت دلچسپ اور معلومات افروز مرقع پیش کیا ہے۔



4914CH05

## دیہات کی زندگی

اے شہر کے عالی شان مکلوں میں رہنے والو! تمھیں نہیں معلوم کہ دیہات کے رہنے والے دنیا کا کیا لطف اٹھاتے ہیں۔ تم ایک منزلِ عشرت میں ہو۔ عالم کی نیرنگیاں تمھاری نظر سے بہت کم گزرتی ہیں۔ جس مقام پر تم ہو وہاں صحیح و شام کی مختلف کیفیتیں بھی اپنا پورا پورا اثر نہیں دکھائیں۔ تمھیں خبر بھی نہیں ہوتی کہ آفتاب کب نکلا اور کب غروب ہوا۔ ہوا کس طرف کی چلی اور کیا بہار دکھا گئی۔ مگر غریب دیہات والے جنہیں تم اکثر حقارت کی نظر سے دیکھتے ہو وہ ان امور کا ہر وقت اندازہ کرتے رہتے ہیں۔ ہر صبح انہیں ایک نیا لطف دیتی ہے اور ہر شام سے انہیں ایک نئی راحت نصیب ہوتی ہے۔

گاؤں کے جفاکش رہنے والے، صحیح کے تارے ہنوز جھملاناً بھی نہیں پاتے کہ وہ اپنی رات کی راحت سے اکتا چلتے ہیں، ایسے وقت میں نیم کے خوٹکوار اور نازک جھونکے آتے ہیں اور بڑے ادب کے ساتھ انہیں جگانے لگتے ہیں۔ اس وقت ان کے ناز اور بادی سحر کے نیاز دیکھنے کے قابل ہوتے ہیں۔ صحیح کی ہوانہایت شفقتی کے ساتھ جگاتی ہے اور وہ نہیں جا گتے۔ صرف کروٹیں بدلت کر رہ جاتے ہیں۔ بادی سحر یوں ہی اصرار کرتی ہوتی ہے کہ صحیح کے نقیب مرغاءں سحر اٹھتے ہیں اور انہیں اٹھاتے ہیں۔ غریب محنت پسند لوگ تازہ دم اٹھ بیٹھتے ہیں۔ وقت کی کیفیتوں کو نہایت غور سے بڑے لطف کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ ان کا پہلا کام یہ ہوتا ہے کہ جھونپڑیوں سے باہر نکلے، آسمان کو دیکھا جس میں تارے جھملارہ ہے تھے۔ افقِ مشرق پر نظر ڈالی جو رات بھر کے چمکے ہوئے تاروں پر غالب آئی جاتی تھی۔ کچھ کچھ نہودار ہونے والے درختوں کو دیکھا جن پر چڑیاں چچھاہی تھیں۔ یہ سماں انہیں اپنی خوبیاں دکھا کر بے خود کرنے کو تھا کہ انہوں نے اپنے دن کے

کام کو یاد کیا۔ آگے بڑھے اور رات کی دبی ہوئی آگ پر گردی ہوئی پتیاں جمع کر کے آگ جلائی۔ تاپ تاپ کے افرادہ ہاتھ پاؤں کو گرمایا اس کے بعد پاس کے لٹکتے جھونپڑے میں جا کے بیل کھولے اور عین اس وقت جب کہ آفتاب کی کھڑی کھڑی کرنیں مشرقی کنارہ آسمان سے اوپر کو چڑھتی نظر آتی ہیں۔ یہ لوگ لمبے لمبے ہلوں کو کاندھے پر رکھ کر کھیت کی طرف روانہ ہوئے۔ کھیتوں کی مینڈوں پر جارہے ہیں۔ اور زمین کی فیضیوں کو کس مسرت اور خوشی کی نظر سے دیکھتے جاتے ہیں۔ ہرے ہرے کھیت ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے چلنے سے لہرائے ہیں۔ نظر اس خوشنگوار سبزی پر عجب لطف کے ساتھ کھیلتی ہوئی دور تک چلی جاتی ہے۔ چھوٹے چھوٹے پودے جو خدا کے پاس سے دنیا والوں کی روزی لیے آتے ہیں کس قدر شگفتہ اور بشاش نظر آتے ہیں۔ رات کا برقمہ اڑھا کر آسمان نے انھیں اور زیادہ خوبصورت بنادیا ہے۔ کیونکہ تاروں کی چھاؤں میں اس وقت ان کی نازک اور چھوٹی پتیوں پر شبتم کے موئی جھلک رہے ہیں ایک عالم جواہر ہے جس پر جملماتے ہوئے تاروں کی شعاعیں خدا جانے کیا کیفتیں دکھاری ہیں۔ ان بخاکشوں نے اس وسیع میدان کو نہایت شوق سے دیکھا جو اس وقت تو صرف ان کی نظر ہی کو خوش کرتا ہے مگر اصل میں قدرت کے ہدیے اور نیچر کے تختے ہر جاندار کو اس کی فیاضیوں سے ملتے ہیں۔ یہ لوگ کھیتوں میں پہنچ کر اپنی غفلت پر نا دم ہو گئے کیونکہ اور لوگ ان سے پیشتر پہنچ چکے تھے۔ یہ لوگ تروتازہ کھیتوں میں منتشر ہو گئے۔ آفتاب کی کرنوں نے جو امیر غریب سب کو ایک نظر سے دیکھتی ہے کھیتوں کی مینڈوں اور کنوؤں کے کناروں پر ان کا خیر مقدم کیا۔

اب یہ لوگ اپنے کام میں مصروف ہیں کہ نیچر کے جذبات بھی ان پر اپنا اثر نہیں ڈال سکتے اور قدرت کی بہار بھی ان کی دل فربی کرنے سے عاجز ہے۔ وہ ہر اہر اس بزہ زار، وہ سہانا سماں، وہ صحیح کی بہار۔ وہ تروتازہ ہوا وہ اجلی کرنیں، ایسی چیزیں ہیں جن کا شوق اکثر بے چین طبیعت والوں کو شہروں سے باہر کھینچ کر لے جایا کرتا ہے۔ بار بار ہم پر ایسی وحشت سوار ہوتی ہے کہ گھر سے دو تین کوس تک نکل گئے ہیں۔ مگر یہ لوگ اپنے روزانہ کے کاموں میں ایسے مصروف ہیں کہ ان

کیفیتوں کو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے، زمین کی اس استعداد کے بڑھانے میں دل و جان سے سامی ہیں جو صرف ان کے لیے نہیں تمام دنیا کے لیے مفید ہے۔ جان توڑ کر محنت کر رہے ہیں۔ غریب کم قوت بیل جو شاید رزقِ رسانی عالم کی فکر میں دُبلے ہو گئے ہیں ان کے ہاتھوں کی مارکھاتے ہیں اور زمین کو پیداوار کے قابل بناتے چلے جاتے ہیں۔ اپنی محنت آسان کرنے کے لیے یہ لوگ نہایت دردناک آواز میں کچھ گاتے جاتے ہیں اور ان کی آواز کھلے میدان میں گونج گونج کر ایک نئی کیفیت پیدا کرتی ہے، کنوں کے کنارے والے پانی نکال کر زمین کو سیراب اور چھوٹے چھوٹے درختوں کو زندہ کر رہے ہیں۔ دیکھو وہ کس شوق سے اس بات کے منتظر ہیں کہ ڈول اوپر آئے اور انڈلیں اور جس وقت ڈول ان کے ہاتھ میں آ جاتا ہے کس جوش کے عالم میں چلا اٹھتے ہیں۔ پانی ان کی بڑی دولت ہے جس کی امید میں وہ آرزومند بن کر کبھی آسان کی طرف دیکھتے ہیں اور کبھی کنوں کی طرف رخ کرتے ہیں۔

آفتاب پوری بلندی پر بھیج کر نیچے کی طرف مائل ہوتا ہے اور جھکتے جھکتے افقِ مغرب کے قریب پہنچتے وقت باغِ عالم کی دلچسپیوں سے رخصت ہونے کے خیال میں زرد پڑ جاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ آفتاب کی حالت اور وضع میں اختلاف ہو جاتے ہیں۔ مگر یہ نہ تھکنے والے اور ڈھن کے پکے دھقان ایک ہی وضع اور ایک ہی صورت سے اپنا کام کیے جاتے ہیں۔ نہ محنت انھیں تھکاتی ہے نہ مشقت انھیں ماندہ کرتی ہے۔ نہ ڈھوپ سے پریشان ہوتے ہیں نہ کام کرنے سے اکتاتے ہیں۔ الغرض آفتابِ غروب ہوتا ہے، دن ان سے رخصت ہوتا ہے اور یہ شام کی دلفریب کیفیتوں کا لطف۔ بخوبی دیکھ کر یہ امید لگا کر کہ کل کھیتوں کو آج سے زیادہ تروتازہ پائیں گے اپنے کھیتوں سے رخصت ہوتے ہیں۔ خوش خوش اس کچھ اور کم حیثیت گھر میں آتے ہیں جسے ہم نہایت ذلت کی نگاہ سے دیکھا کرتے ہیں۔ بی بی، غربی کا کھانا اور نصل کے مناسب، غذا ان کے سامنے لا کر کھ دیتی ہے اور تبدل سے خدا کا شکر ادا کر کے کھاتے ہیں اور دوسرا دن کی محنت کا خیال کر کے اپنے تینیں سوریے ہی سُلا دیتے ہیں۔ یہ وہ وقت ہے جس وقت شہروں کے پہر، دن چڑھے تک

سونے والے سیہ کاراپنی شرمناک زندگی کے بُرے نمونے دکھانے کے لیے جاتے ہیں۔ زاہد نمازِ عشا پڑھ کے سوچ کا ہے۔ بے فکرے گئیں اڑار ہے ہیں۔ شعرِ مضمون آفرینی کی فکر میں ہیں۔ امراء کے محلوں میں کھانے کا اہتمام ہوتا ہے۔ بنچے کہانیاں سن رہے ہیں۔ طلباء کتاب پر جھکے ہوئے ہیں۔ میکش وہ پیاس بجھا رہے ہیں جو بکخت نہیں بجھتی ہے۔ سیہ کار بداری کی دھن میں شہر کی سڑکیں اور گلیاں چھان رہا ہے اور جفا کش عجب میٹھی نیند میں غافل ہو گئے ہیں تاکہ تریکے آنکھوں گھلے۔ یہ پچھلا اطمینان اور یہ پچی آسائش بے شک حد کے قابل ہیں۔

گاؤں عموماً قدرت کا پچی جلوہ گاہ ہوتا ہے۔ وہاں کے سینیں اپنی سادگی اور دل فریب کیفیتوں کے ساتھ انتہا سے زیادہ دلچسپ ہوتے ہیں۔ اے شہر کے نازک خیال اور چاکبدست کار گیرو! وہاں تمہاری صنایعوں کی بالکل قدر نہیں۔ وہاں صرف قدرت کی کاری گری عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے اور خدا کی فیاضیاں بڑی کامیابی اور نہایت شوق کے ساتھ پسند کی جاتی ہیں۔ ان کی خوشی کا پیمانہ بہت چھوٹا اور تنگ ہے۔ وہ بہت تھوڑے عرصہ میں خوش ہو جاتے ہیں اور ادنیٰ مسرت ان کی دل فربی کے لیے کافی ہوتی ہے۔ وہ لہلہتے ہوئے سبزہ زار جنھیں وہ روز صح و شام آتے جاتے وقت دیکھا کرتے ہیں۔ ان کے مسروک روئینے کے لیے بہت کافی ہیں۔ وہ تروتازہ کھیت جن سے زیادہ پیداوار کی امید ہے ان کی خوشی کو اعتدال سے زیادہ بڑھا دیا کرتے ہیں۔ دیہات کا چودھری اگرچہ اس کی حکومت چند کچے اور لوٹے پھوٹے مکانوں اور ایک وسیع میدان پر محدود ہے مگر اپنے حلقہ کا پورا بادشاہ ہے۔ اس کے آگے وہاں کی محصر آبادی میں ہر ایک کا سر جھک جاتا ہے۔ اس کے راج کو ہر شخص بلا عذر نسلیم کر لیتا ہے۔ اس کے فیصلوں کی کہیں اپیل بھی نہیں ہوتی۔ مگر باوجود اس حکومت کے دیکھوودہ کس بے تکلفی سے اپنے مکان کے دروازے پر بیٹھا ہے۔ دنیاوی پر تکلف فرش کی ضرورت نہیں۔ میز کری کو وہ ناپسند کرتا ہے۔ قدرت کے سادے فرش اور خدا کی زمین پر اس کا دربار لگا ہوا ہے۔ وہ اپنے ماتحتوں کو اپنے رتبہ کے قریب ہی سمجھتا ہے۔ اسی لیے نہ وہ کسی مقام پر بیٹھتا ہے اور نہ گاؤں والے کسی ذلت کی جگہ پر بیٹھتے ہیں۔ بس یہ

حالت ہے کہ اگر عزت ہے تو سب کی۔ اس کے گھر میں بھی وہی سامان اور فرنچ پر ہے جو اس کے ماتحتوں کے گھر میں ہے۔ پیال اس کا نرم اور آرام دہ بچھونا ہے۔ کچھ مگر صاف اور لپی ہوئی کوٹھریاں اس کی خواب گاہ ہیں۔ جفاکش اور گھر گرہست بھومنیوں کے ہاتھ پاؤں اس کے خادم ہیں کوٹھریوں میں بھرا ہوا غلہ اس کی دولت ہے۔ چند بلے اور لاغر مویشی اس کا قیمتی سرمایہ۔ ایک کم حیثیت مکان اس کی کوٹھی ہے اور ارد گرد کے کھیت اور آس پاس کا سبزہ زار اس کا جانفسز اباغ ہے۔ کاؤں والوں کی یہ بات کس قدر قابل ذکر ہے کہ وہ ایک سادی اور بسیط حالت پر ہیں۔

ان کی کفایت شعاراتی کی زندگی کس صفائی اور اطمینان سے گزرتی ہے۔ ان کی فکریں ہمارے مقابلے میں بہت کم ہیں۔ وہ ہمارے روپیہ پیسے کے بھی محتاج نہیں۔ ہمارا سکلہ بھی ان میں بہت کم مروج ہے۔ کیونکہ ان کی نظر ہر وقت رُزاقِ مطلق کی طرف لگی رہتی ہے اس لیے وہ خدا کی بے واسطہ ضیافت ہی سے سونے کا کام بھی نکال لیتے ہیں۔ غلہ اور اناج ان کا سکلہ ہے۔ دنیا کی ہر چیز جوان کی ضرورتیں رفع کر سکتی ہے، غلہ کے عوض میں ان کو بآسانی اور بے کفایت مل سکتی ہے۔

غیریب دیہاتیوں کی یہ بات اس قابل ہے کہ ہم ان سے ایک کار آمد سبق لیں۔ اتفاق ان کی قوت ہے اور باہمی ہمدردی ان کا ہتھیار ہے۔ افلاس اور آفات سماوی بھی کبھی ان کی دشمن ہو جاتی ہے۔ مگر وہ اس ہتھیار کو لے کر اٹھتے ہیں اور کامیاب ہوتے ہیں۔ کھیتوں میں پانی پہنچاتے وقت وہ باہم ایک دوسرے کی مدد کرتے رہتے ہیں۔ کھیتوں میں نجٹ ڈالتے وقت وہ ایک دوسرے کو غلہ قرض دیتے رہتے ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ایک عالم کی فکر اپنے سر لیتے ہیں اور دنیا بھر کے لیے خود مصیبت میں چنتے ہیں۔ ہم بے فکر ہیں اور اپنی اغراض اور بقائے زندگی کے اسباب بھولے ہوئے ہیں۔ مگر ہماری طرف سے اس کام کو وہ پورا کرتے ہیں۔ اس جفاکشی کے انعام میں خدا کی طرف سے انھیں جو کچھ ملتا ہے اس میں سے خود بہت کم لیتے ہیں اور سب ہمارے حوالے کر دیتے ہیں۔

ایک کسان کی زندگی پر غور کرو اور اس کی سالانہ محنت و مشقت کا اندازہ کرو کہ کس طرح جان توڑ توڑ کر اور اپنے تین مٹامٹا کر جفاشی پر ٹلا رہتا ہے اور اس کے بعد یہ غور کرو کہ وہ کس لیے اس مصیبت میں پڑتا ہے تو معلوم ہو گا کہ وہ دنیا کا کتنا بڑا ہمدرد ہے اور حُکْمِ اس کے مزاں میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ بے شک وہ ساری دنیا کے لیے یہ محنت کرتا ہے اور اس سے زیادہ نوع انسان کا دوست دنیا بھر میں نہ ملے گا۔

اوے ہمروئی قوم کا لفظ بار بار زبان پر لانے والو! اگر اپنی کوششوں کا کچھ نتیجہ دیکھنا چاہتے ہو تو ان غریب، جفاش و ہقانوں کی پیروی کرو۔ قوم کی کھیتی روز بروز کملاتی جاتی ہے اور چند روز میں بالکل سوکھ جائے گی۔ تمہارا فرض ہے کہ جلدی اٹھوا جس طرح ہو سکے اپنی راحت نقش نجح کرانے کیھیتوں میں پانی پہنچاؤ۔ قومی کھیت کے پودے یعنی موجودہ نسل بھی نہ سنھلی تو کہیں کے نہ رہو گے۔

عبد الحکیم شریر

## مشق

### لفظ و معنی

عشرت	:	عیش
نیرگی	:	حرمت پیدا کرنے کی قوت، وہ صفت جس سے لوگ تجب یا فکر میں پڑ جائیں
حقارت	:	عزّت کی لگاہ سے نہ کھانا
امور	:	امرکی جمع، یعنی کام، باتیں

تھفہ	:	ہدیہ
محنتی	:	جھاکش
ہنوز	:	اب تک
بادھر	:	صحیح کی ہوا
نقیب	:	اعلان کرنے والا
نمودار	:	ظاہر، نمایاں
سماں	:	منظر
افسردہ	:	اداس
فیاضی	:	دریاولی، سخاوت
بشاش	:	خوش
شعاعیں	:	کرئیں
منتشر	:	پھیلا ہوا، پکھرا ہوا
وحشت	:	گھبراہٹ، دیوالگی
استعداد	:	اہلیت، لیاقت
رزق رسانی	:	روزی پہنچانا
افق	:	وہ جگہ جہاں زمین و آسمان ملتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں
وضع	:	شکل، بناءٹ
ماندہ	:	تجھکا ہوا
میکش	:	شرابی
چاپکدست	:	مشاق، ہنرمند
صناعی	:	کارگری

بسیط	:	پھیلا ہوا
مردّج	:	رانچ، جس کا چلن ہو
آفاتِ سماوی	:	آسمانی بلاکسیں
بقا	:	باتی رہنا
رزاقِ مطلق	:	خدا، جسے رزق دینے کا پورا اختیار ہے۔
خیافت	:	دعوت

## غور کرنے کی بات

- شہری زندگی کے مقابلے میں گاؤں کی زندگی ماحولیاتی آسودگی سے پاک ہوتی ہے۔ لوگ ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک ہو کر فطری ماحول میں زندگی بسر کرتے ہیں۔
- دیہات کے ماحول میں فطرت اپنی تمام تر خوبیوں کے ساتھ جلوہ گر نظر آتی ہے۔
- سادگی، جفا کشی، انسانی ہمدردی، آپسی بھائی چارہ اور ایک دوسرے کی مدد کرنے کا جذبہ دیہی زندگی کی اہم خصوصیات ہیں۔
- کسان دنیا کے انسانوں کی بھلائی کے لیے سخت محنت و مشقت کرتے ہیں۔ ملک کی ترقی میں ان کا اہم کردار ہوتا ہے۔

## سوالوں کے جواب لکھیے

1. دیہات کے رہنے والے زندگی کا کیا لطف اٹھاتے ہیں؟
2. شہر کے مقابلے میں گاؤں کی زندگی کس طرح مختلف ہوتی ہے؟
3. دیہی زندگی کی وہ کون سی خصوصیات ہیں جن سے قوموں اور ملکوں کی ترقی وابستہ ہے؟
4. اس سبق میں مصنف نے کسان کی زندگی کے کتنے پہلوؤں پر غور کرنے کا مشورہ دیا ہے؟

## عملی کام

اس مضمون کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیے۔

آپ نے کوئی گاؤں ضرور دیکھا ہوگا۔ اس پر ایک مضمون لکھیے۔

ذیل کے الفاظ میں جمع کی واحد اور واحد کی جمع بنائیے:

منزل، امور، تجفہ، جذبات، شاعر، امیر، کتاب، خادم، آفت، اسباق، اسباب،

اغراض، غریب

درج ذیل اقتباس کا مطلب اپنے الفاظ میں لکھیے:

”گاؤں والوں کی یہ بات کس قدر قبل ذکر ہے کہ وہ ایک سادی اور بسیط حالت پر ہیں۔

ان کی کفایت شعاراتی کی زندگی کس صفائی اور اطمینان سے گزرتی ہے۔ ان کی فکریں ہمارے مقابلے میں بہت کم ہیں۔ وہ ہمارے روپیہ پیسے کے بھی محتاج نہیں۔ ہمارا سکن بھی ان میں بہت کم مردّج ہے۔ کیونکہ ان کی نظر ہر وقت رُزاقِ مطلق کی طرف لگی رہتی ہے۔

اس لیے وہ خدا کی بے واسطہ ضیافت ہی سے سونے کا کام بھی نکال لیتے ہیں۔“